فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

سوال :

کیا نبی کریم ﷺ کی ولایت آپ ﷺ کی نبوت سے افضل ہے۔؟

جواب:

ملحد اور بے دین صوفیاء کی اصطلاح ہے،دراصل یہ لوگ مرتبہ ولایت کو مرتبہ نبوت سے افضل ثابت کرنا چاہتے ہیں،اس لئے مذکورہ ضلالت کا ارتکاب کیا ہے،ان کا اصل نعرہ یہ تھا کہ ولایت نبوت سے افضل ہے،لیکن جب دیکھا کہ امت اس طرح کی ضلالت ماننے کو تیار نہیں ہے تو ایک نئی چال کے طور پر یوں کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہے،اس عبارت کا ماحاصل بھی یہی ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔یہ بے دینی وکفر کی انتہائی قبیح صورت ہے جسے دین کے نام پر عام کیا جا رہا ہے،اجماع امت،احادیث صریحہ اور قرآن مجید اس گم راہ کن نظریہ کا انکار کرتے ہیں،سلف صالحین اور ائمہ دین میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

سوال؛

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ کہنا درست ہے؟

جواب؛

گم راہ صوفیاء کا قول ہے،یہ لوگ یہود ونصاریٰ اور مجوس سے متاثر ہیں،لیکن واضح طور پر اپنا کفر بیان کرنے سے قاصر ہیں،اس لئے تصوف کے لبادے میں یہود و

نصاری اور مجوس کے عقائد عام کرتے رہتے ہیں،اللہ رب العزت اپنے افعال میں کسی کامحتاج نہیں نہ ہی اسے ربوبیت ظاہر کرنے میں مخلوق کی احتیاج ہے۔

اس قول کے بارے میں اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی کہتے ہیں؛

''میں نے حدیث میں نہیں دیکھا،ہاں صوفیہ کی کتاب میں آیا ہے،لولاک لما اظہرت ربوبیتی ،بایں ہمہ معنی صحیح اور صحیح حدیث کے موافق ہیں،صحیح حدیث میں ہے،خلقت الخلق لاعرفہم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا.اے میرے حبیب! میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ عزت ومنزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو پہنچا دوں اور اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا یعنی اور نہ آخرت کو کہ دنیا دارالعمل اور آخرت دار الجزا ہے،جب دارالعمل نہ ہوتا دارالجزا کہا ں سے آتا۔یہ تو اس پر متفرع ہے تو جب نہ دنیا ہوتی نہ آخرت تو خدا کا خدا ہونا کس پر ظاہر ہوتا یہی معنی ہیں اس کے کہ اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا خدا ہونا اپنی الوہیت ظاہر نہ کرتا صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(ملفوظات اعلی حضرت حصہ چھارم ص :411)

تبصرہ؛

ثبت العرش ثم انقش

جسے اعلی حضرت صحیح حدیث باور کروا رہے ہیں ،اس قسم کی کوئی حدیث دنیا میں موجود ہی نہیں ،صحیح ضعیف ہونا تو بہت بعد کی بحث ہے۔

ع کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے۔

یہ لوگ کس قدر جری ہیں،اپنے باطل نظریات ثابت کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ پر کتنا بڑا جھوٹ باندھ دیا گیا ہے،کیا اللہ موجود نہیں۔؟

سوال؛

کنت کنزا مخفیا فخلقت الخلق لاعرف ۔''میں مخفی خزانہ تھا تو اپنی پہچان کے لئے مخلوق پیدا کی۔'' کیا یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔؟

جواب؛

بے اصل ہے،ایسی کوئی حدیث دنیا میں موجود نہیں۔حافظ سخاوی(م:902) لکھتے ہیں،

قال ابن تیمیة :إنه لیس من کلام النبی صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ولا یعرف له سند صحیح ولا ضعیف، وتبعه الزرکشی وشیخنا.

''ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ،اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند دنیا میں موجود نہیں(احادیث القصاص : ص،69۔70)زرکشی رحمہ اللہ اور ہمارے شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی یہی بات کی ہے۔''

(المقاصد الحسنة : ص، 327)

حافظ سیوطی (م:911) لکھتے ہیں؛

لا اصل له .

''بے اصل ہے۔''

(الدرر المنتثرة :ص، 147)

سوال ؛

اعلی حضرت بریلوی کہتے ہیں۔''بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔''(ملفوظات :1/115) کیا یہ بات درست ہے۔؟

جواب؛

یہ ملحد اور زندیق لوگوں کا نظریہ ہے ،جو علم وحی سے خود کو بے نیاز سمجھتے

ہیں،اس طرح کی واہی تباہی کا صدور ایسوں سے عین ممکن ہے۔

سوال؛

اعلی حضرت بریلوی کہتے ہیں ''شب میلاد کعبہ نے سجدہ کیا اور جھکا مقام ابراہیم کی طرف اور کہا حمد ہے اس کے وجہ کریم کو جس نے مجھے بتوں سے پاک کیا۔''(ملفوظات :114/1)اس بارہ میں کیا خیال ہے۔؟

جواب؛

وحی سے آگے بڑھنے کا دعوی ہے،جو بات نبی کریم ﷺ صحابہ،تابعین کو معلوم نہ ہوئی ان صاحب کو کیسے معلوم ہوگئی۔؟

سوال؛

''وجود ہستی بالذات واجب تعالی کے لئے ہے،اس کے علاوہ جتنی موجودات ہیں اس کی ظل پرتو ہیں تو یقیناً وجود ایک ہی ٹھہرا۔''نیز''وجود ایک اور موجود ہے باقی سب اس کی ظل ہیں۔'' یہ عقیدہ کیسا ہے۔؟

جواب؛

وحدت الوجود کا یہ نظریہ کفر ہے،اس کا بانی ابن عربی تھا، جسے باتفاق علماء کافر کہہ کر سولی لٹکا دیا گیا تھا،اس نظریہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں،مخلوق کو خالق کا ظل اور پرتو قرار دینا اللہ کے غیر کا تصور ختم کرنے کی کوشش ہے،اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کسی بت،شجر حجر،یا خود کو سجدہ کریں اپنے آپ کو خدا کہیں آپ پر کوئی عتاب نہیں کیوں کہ آپ اللہ کا ظل ہی تو ہیں،عقیدہ وحدت الوجود کا قائل کوئی کالے دل والا گم راہ صوفی تو ہوسکتا ہے لیکن مسلمان اس کا قائل نہیں ہوسکتا۔

سوال؛

قضا عمری کی شرعی حیثیت کیا ہے۔؟

جواب؛

ایجاد دین اور بدعت ہے،سخت گناہ کا کام ہے،اگر گزشتہ زندگی کی کچھ نمازیں رہ گئی ہیں یا چھوڑ دی ہیں تو آئندہ کے لئے توبہ کرے اور پانچ وقت نماز شرع کرے ،قضا کی ضرورت نہیں ،اگر ایسا کرے گا تو مخالف شریعت اور مخالف اجماع امت ہو گا،سلف صالحین میں قضائے عمری کا ثبوت نہیں ملتا،لیکن آج کل بعض لوگ اسے ضروری قرار دیتے ہیں ،اور تو اور بعض نے قضائے کی نماز کا طریقہ بھی متعارف کروا رکھا ہے،اعلی حضرت بریلوی کہتے ہیں؛

''قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں،نہ معلوم کس وقت موت آجائے،کیا مشکل ہے کہ ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں(یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت اور ظہر کی چاراور مغرب کی تین اور عشاء کی سات رکعت یعنی چار فرض تین وتر)ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے)ہر وقت ادا کر سکتا ہے اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کر لے ،پھر ظہر ،پھر عصر ،پھر مغرب ،پھر عشاء کی یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں،زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے،کاہلی نہ کرے ،جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا ،نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو،مثلا سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلے جو فجر مجھ سے قضا ہوئی ،ہر دفعہ یہی کہے،یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے،اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کر لے،جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں،اس کے لئے صورت تخفیف اور جلد ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے الحمد شریف کے تین بار سبحان اللہ کہے،اگر یک بار بھی کہہ لے گا تو فرض ادا ہو جائے گا،نیز تسبیحات رکوع وسجود میں صرف

ایک ایک بار سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی پڑھ لینا کافی ہے،تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے اللھم صل علی سیدنا محمد والہ وتروں میں بجائے دعائے قنوت کے رب اغفرلی کہنا کافی ہے،طلوع آفتاب سے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کرسکتا ہے،اس سے پہلے یا اس سے بعد ناجائز ہے، ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں،چھپ کر پڑھے کہ گناہ کا اعلان جائز نہیں۔''

(ملفوظات حصه اول :70-71،وفی نسخة :91-92،)

ان کی بے باکی کا اندازہ کریں،کس طرح نماز کا حشر نشر کر دیا ہے،خدا جانے یہ لوگ چاہتے کیا ہیں،پیغمبر کریم ﷺ نے جو نماز سکھائی وہ تو وحی الٰہی تھی ،انہیں کس نے وحی کی۔؟ روز قیامت رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔؟

سوال ؛

لاکھ نکالنا کیسا ہے۔؟

جواب؛

قبیح بدعت ہے،قرآن وحدیث اور فہم سلف صالحین میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، یہ گم راہ صوفیوں کی اختراع ہے۔اعلی حضرت بریلوی سے سوال ہوا ؛

''حضور ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے، یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔''

اعلی حضرت جواب میں کہتے ہیں ؛

''کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ معہ درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے ،انشاء اللہ پڑھنے والے اور جس کو بخشتا ہے،دونوں کے لئے ذریعہ نجات ہوگا۔اور پڑھنے والوں کو دونا ثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا اسی طرح کروڑوں بل کہ جمیع مومنین و مومنات کو

ایصال ثواب کر سکتا ہے،اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو بڑا ثواب ہوگا،حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے،آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے،کھانا کھاتے ہوئے دفعتا رونے لگا۔وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لئے جاتے ہیں(اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی کلمہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا،آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا فورا وہ لڑکا ہنسا ،آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا،لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کیطرف لئے جا رہے ہیں،شیخ ارشاد فرماتے ہیں؛اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے!''

(ملفوظات حصہ اول :ص،81-82 ،مرقاۃ شرح مشکوۃ للملا علی القاری تحت حدیث 1142:)

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کہ شرمائیں یہود

ان لوگوں نے کس قبیل کی بدعات داخل اسلام کر رکھی ہیں،کیا جہنم سے آزادی دلوانے کا یہ کامیاب نسخہ محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو نہیں ملا جوان جاہلوں کو مل گیا ہے۔؟اسی طرح کشف سے روایت صحیح یا ضعیف ہونا اصول محدثین سے انحراف اور خالص یہودیانہ روش ہے،اسلام کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں،محدثین جنہوں نے ہمیں یہ احادیث دی ہیں ،احادیث کے اصل وارث انہوں نے تو کبھی اس طرح کے دعوے نہیں کئے ،انہیں تو اس طرح کا خیال بھی نہیں گزرا کہ کشف وغیرہ سے احادیث کا صحیح یا ضعیف ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

رہا ابن عربی (م:638)جس کا لقب محی الدین تھا،تو وہ زندیق ،ملحد ،ضال

مضل ،غالی صوفیوں کا گرو ،عقیدہ وحدت الوجود کا موجد تھا،اس نے فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ جیسی ردی کتابیں لکھیں،اہل علم نے اس کے رد میں کتابیں لکھیں ،ان میں علامہ بقاعی (م:885)نے ''تنبیہ الغبی الی تکفیر ابن عربی'' لکھی،حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م:748) لکھتے ہیں؛

مِنْ أَرْدَإِ تَوَالِيفِهِ كِتَابُ الفُصُوْصِ، فَإِنْ كَانَ لَا كُفْرَ فِيْهِ، فَمَا فِي الدُّنْيَا كُفْرٌ، نَسْأَلُ اللهَ العَفْوَ وَالنَّجَاةَ.

''اس کی ردی ترین کتاب فصوص الحکم ہے،اگر اس کتاب میں کفر نہیں ہے تو دنیا میں کفر کا وجود ہی نہیں ہے،ہم اللہ سے عافیت اور نجات طلب کرتے ہیں۔''

(سیر اعلام النبلاء : 48/23)

ابن عربی کا کفریہ عقیدہ معروف ہے؛

سبحان من اظهر الاشياء وهو عينها.

''پاک ہے وہ ذات جس نے چیزیں ظاہر کیں ،حالاں کہ وہ چیزیں اللہ تعالی ہی ہیں۔''

(الفتوحات المكية :604/2، الرد على القائلين بوحدة الوجود للملا على القارى :ص 21)

معروف ہے،ثابت ہوا کہ یہ حلولی تھا تب اس سے یہ کفر صادر ہوا کہ ہر چیز کو اللہ قرار دے رہا ہے۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م:792) لکھتے ہیں؛

وَكُفْرُ ابْنُ عَرَبِيٍّ وَأَمْثَالُهُ فَوْقَ كُفْرِ الْقَائِلِينَ :﴿لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ﴾ (الْأَنْعَام:124)وَلَكِنَّ ابْنَ عَرَبِيٍّ وَأَمْثَالَهُ مُنَافِقُونَ زَنَادِقَةٌ، اتِّحَادِيَّةٌ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

''ابن عربی اور اس جیسوں کا کفر ان کے کفر سے بڑا ہے جو واضح

الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ؛

''ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے پاس بھی وحی نہیں آتی۔''

فرق صرف اتنا ہے کہ ابن عربی اور اس قبیل کے لوگ زندیق منافق ہیں، یہ وحدت الوجودی جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔''

(شرح عقيدة الطحاوية : 494، الرد على القائلين بوحدة الوجود : ص، 60)

ملا علی قاری حنفی ماتریدی (م:1014ھ) لکھتے ہیں؛

اعْلَم أَن من اعْتقد حَقِيقَة عقيدة ابْن عَرَبِيّ فكافر بِالْإِجْمَاع من غير النزاع.

''یقین کرلیں کہ جو ابن عربی والا عقیدہ رکھتا ہے، بالاجماع کافر ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں۔''

(الرد على القائلين بوحدةالوجود :ص ،154)

ملا علی قاری صاحب بھی عجیب آدمی ہیں، ایک طرف تو ابن عربی کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں، دوسری طرف ابن عربی کے جھوٹ کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں، اس کی بنیاد پر ایک کافر کی خانہ ساز روایت کو محمد عربی ﷺ کی حدیث قرار دیتے ہیں۔

سوال؛

کیا مکھی کے چڑھاوے والا واقعہ ثابت ہے۔؟

جواب؛

جی ہاں ثابت ہے،

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِى ذُبَابٍ، وَدَخَلَ آخَرُ النَّارَ فِى ذُبَابٍ، قَالُوا:

وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ " :مَرَّ رَجُلَانِ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَلَى نَاسٍ مَعَهُمْ صَنَمٌ لَا يَمُرُّ بِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا قَرَّبَ لِصَنَمِهِمْ، فَقَالُوا لِأَحَدِهِمْ :قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ :مَا مَعِي شَيْءٌ، قَالُوا :قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا وَمَضَى فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوا لِلْآخَرِ :قَرِّبْ شَيْئًا، قَالَ :مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ دُونَ اللهِ فَقَتَلُوهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ

''مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور دوسرا جہنم میں،لوگوں نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا،پچھلی امتوں میں دو آدمی سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں چندلوگوں کو دیکھا ایک بت کی پوجا کر رہے ہیں اور شرط لگا رکھی ہے کہ یہاں سے وہی گزر پائے گا جو اس بت پر چڑھاوا دے گا،ایک شخص سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، کہنے لگے؛ چڑھاوا ضرور دو بھلے ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو،اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا دے دیا ،اسی باعث جہنم میں چلا گیا،دوسرے سے کہا چڑھاوا دو، کہنے لگا میں غیراللہ کے لئے چڑھاوانہیں دے سکتا، بت پرستوں نے اسے قتل کر دیا،اللہ نے اسے جنت کا وارث بنا دیا۔''

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم الاصبھانی : 203/1، وسندہ صحیح)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک ہر دور میں ممنوع ،حرام اور رب کریم کے نزدیک مبغوض ترین عمل رہا ہے،اسی لئے تو مجبوری کے عالم میں ایک مکھی چڑھاوا دینے والے کو جہنم میں پھینک دیا تو وہ لوگ جو بڑے چاؤ سے آستانوں پر پورے پورے بکرے قربان کئے دیتے ہیں،ان کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔؟

سوال ؛

کیا اللہ نے سب سے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا۔؟

جواب؛

جی نہیں،اس بارے مروی روایات من گھڑت ہیں۔

اول ماخلق الله نوری .

''اللہ کی اولین تخلیق میرا نور ہے۔'' یا؛

أول مَا خلق الله نور نبيك يَا جَابر .

''سب سے پہلے اللہ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا اے جابر۔''

تبصرہ :

باطل اور موضوع ہے، دنیا جہان میں اس کی کوئی سند نہیں۔

جیسا کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) لکھتے ہیں؛

ليس له اسناد يعتمد عليه .

''اس کی کوئی سند نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔''

(الحاوی للفتاوی :325/1)

نیز لکھتے ہیں؛

قلتُ :حديث العقل موضوع، والثلاثة الُأخر لم ترد بهذا اللَّفظ فاستغنى عن التأويل.

''میں کہتا ہوں کہ حدیث عقل تو موضوع ہے،اور دوسری تین احادیث (جن میں ''اول ما خلق الله نوری'' بھی ہے)ان الفاظ کے ساتھ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں،تو تاویل کی ضرورت کہاں رہی۔''

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی :516/1)

لگتا ہے مشہور غالی صوفی اور ملحد ابن عربی(638ھ)نے اسے گھڑ کر امام عبدالرزاق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور بعد والوں نے بغیر تحقیق کے امام عبدالرزاق کی طرف اس کا انتساب کر دیا ہے، یہ ان کی واضح خطا ہے،مبتدعین نے آنکھیں بند کر کے اس خام مال کو جان محفل بنا لیا ہے اور اس پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھ دی ہے، ہمارے دور میں بعض نے مصنف عبدالرزاق کا ایک جھوٹا جزء مفقود دریافت کیا ہے،اس میں یہ روایت موجود ہے اور جن لوگوں نے یہ روایت امام عبدالرزاق کی طرف منسوب کی ان کے بیان کردہ الفاظ اور جزء مفقود نامی کتاب کے الفاظ ایک

دوسرے سے مماثل نہیں ہیں، بل کہ ان میں فرق ہے، یہ روایت مصنف عبدالرزاق تو کجا متقدمین ائمہ دین کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ جزء مفقود کی سند میں عبدالرزاق کی تدلیس موجود ہے، لہٰذا اس بنیاد پر یہ سند بھی ''ضعیف'' ہے۔

حافظ سیوطی جیسا معروف ناقل حدیث بھی اس کی سند سے واقف نہیں ہو سکا، بل کہ واشگاف الفاظ میں معترف ہے کہ یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں، بعض الناس کے مطابق سیوطی حالت بیداری میں بھی نبی کریم ﷺ سے احادیث کا حکم معلوم کر لیتے تھے، تو کیا سیوطی کا یہ حکم درست ہے؟

اگر یہ مصنف عبدالرزاق میں ہوتی تو اہل علم ضرور بالضرور اسے ذکر کرتے۔ ثابت ہوا کہ یہ روایت ملحد، صوفیوں کی گھڑنتل ہے اور بدعتی خوامخواہ اس پر نازاں ہیں، نیز قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مخالف بھی ہے۔

سوال :

جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں

''انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام حج کرتے رہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر اڑتا جا رہا تھا، جب کعبہ معظّمہ سے گزرا تو کعبہ رویا اور بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ ایک نبی تیرے انبیاء سے اور ایک لشکر تیرے لشکروں سے گزرا نہ مجھ میں اترا، نہ نماز پڑھی، اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا نہ رو! میں تیرا حج اپنے بندوں پر فرض کروں گا جو تیری طرف ایسے ٹوٹیں گے کیسے پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف اور ایسے روتے ہوئے دوڑیں گے جس طرح اونٹنی اپنے بچہ کے شوق میں اور تجھ میں نبی آخر الزمان کو پیدا کروں گا جو مجھے سب انبیاء سے زیادہ پیارا ہے صلی اللہ تعالے علیہ وسلم۔''

(ملفوظات حصہ اول : ص، 74)

یہ واقعہ کہاں تک درست ہے۔؟

جواب :

سفید جھوٹ ہے، ایک ہی سانس میں اللہ تعالیٰ، سیدنا سلیمان اور کعبۃ اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، کیا اسی کاروائی کا نام اسلام ہے۔؟

سوال : قرآن کریم کی خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب : جی ہاں، قرآن پاک کی خرید وفروخت جائز ہے۔

قرآن کریم کی خرید و فروخت صحیح بخاری (۵۷۳۷ براویۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما)، صحیح بخاری (۵۷۳۶) اور صحیح مسلم (۲۲۰۱ بروایۃ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) کی حدیث کو دلیل بناتے ہوئے حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۱۹۔۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ بَيْعِ الْمَصَاحِفِ وَأَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى كَتْبِهَا، وَفِيهِ إِبَاحَةُ الرُّقْيَةِ بِذِكْرِ اللّٰهِ فِي أَسْمَائِهِ، وَفِيهِ إِبَاحَةُ أَجْرِ الطَّبِيبِ وَالْمَعَالِجِ وَذٰلِكَ أَنَّ الْقِرَاءَ ةَ وَالرُّقْيَةَ وَالنَّفَثَ فِعْلٌ مِّنَ الْأَفْعَالِ الْمُبَاحَةِ، وَقَدْ أَبَاحَ لَهٗ أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَيْهَا .

''حدیث سے قرآن کریم کی خرید وفروخت اور اسے لکھنے پر اجرت لینے کا جواز ملتا ہے، نیز یہ حدیث اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دم کرنے اور طبیب و معالج کے لیے علاج کرنے پر اجرت کا جواز فراہم کرتی ہے، کیوں کہ قرآن کی قرأت، دم اور پھونک مارنا مباح کام ہیں، یوں اس پر اجرت لینا بھی مباح ہے۔''

(معالم السّنن : ۱۰۱/۳)

سوال: کیا صرف نبی کریم ﷺ امی تھے یا تمام انبیا علیہم السلام امی تھے؟

جواب: تمام انبیا علیہم السلام امی تھے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْبَرًا مِّنْ نُورٍ، وَّإِنِّي لَعَلٰى أَطْوَلِهَا وَأَنْوَرِهَا، فَيَجِيءُ مُنَادٍ، فَيُنَادِي : أَيْنَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ؟ قَالَ : فَيَقُولُ الْأَنْبِيَاءُ : كُلُّنَا نَبِيٌّ أُمِّيٌّ .

''روز قیامت ہر نبی کے لئے ایک منبر ہوگا، میں سب سے منور اور طویل منبر پر ہوں گا۔ ایک منادی آئے گا، کہے گا: امی نبی کہاں ہیں؟، تو انبیائے کرام کہیں گے: ہم سب امی نبی ہیں۔''

(صحیح ابن حبان : ٦٤٨٠، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا نماز کے بعد اجتماعی دعا جائز ہے؟

جواب: التزام نہ ہو، تو جائز ہے۔ دعا ایک ایسی عبادت ہے جس کے لئے شریعت میں کوئی وقت یا جگہ متعین نہیں، نہ ہی کوئی وقت ممنوع ہے۔ دعا کہیں بھی کسی بھی وقت مانگی جاسکتی ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے ایام مرض میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعت کروا رہے تھے، آپ ﷺ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لائے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ ﷺ نے انہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا:

فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا أَمَرَهٗ

بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ .

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (دوران نماز ہی) دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں منصب امامت تفویض فرمایا، اس کی بہ دولت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش بیان کی۔''

(صحيح البخاري : ٦٨٤، صحيح مسلم : ٤٢١)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ قَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ : هَلَكَ الْكُرَاعُ، وَهَلَكَ الشَّاءُ ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّسْقِيَنَا، فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے : اللہ کے رسول! بارش کی دعا کیجئے، گھوڑے اور بکریاں مر رہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔''

(صحيح البخاري : ٩٣٢)

صحیح البخاری (۱۰۲۹) میں ہے:

وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهٗ يَدْعُونَ .

''لوگ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگے۔''

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَّخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ

خِدْرِهَا، حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ، فَيَكُنْ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُونَّ بِدُعَائِهِمْ.

''ہمیں حکم تھا کہ عید کے روز گھروں سے نکل کر عید گاہ میں آئیں۔ پردہ نشین دوشیزاؤں اور حیض والیوں کو بھی لائیں۔ حیض والیاں عید گاہ سے باہر کھڑی ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ تکبیر بھی کہیں اور دعا بھی مانگیں۔''

(صحيح البخاري : ٩٧١)

ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد دعا کا جواز ہے، کیوں کہ نماز عید فرض ہے اور اس کے بعد دعا ہوتی ہے۔

سوال: آدم علیہ السلام نے جنت میں کس درخت کا پھل کھالیا تھا؟

جواب: آدم علیہ السلام نے جنت میں کس درخت کا پھل کھایا تھا، اس کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے، جیسا کہ مورخ شہیر، مفسر کبیر، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَالصَّوَابُ فِي ذٰلِكَ أَنْ يُّقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ نَهٰى آدَمَ وَزَوْجَتَهٗ عَنْ أَكْلِ شَجَرَةٍ بِعَيْنِهَا مِنْ أَشْجَارِ الْجَنَّةِ دُونَ سَائِرِ أَشْجَارِهَا، فَخَالَفَا إِلٰى مَا نَهَاهُمَا اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَكَلَا مِنْهَا كَمَا وَصَفَهُمَا اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ بِهٖ، وَلَا عِلْمَ عِنْدَنَا أَيَّ شَجَرَةٍ كَانَتْ عَلَى التَّعْيِينِ، لِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ لِعِبَادِهٖ دَلِيلًا عَلٰى ذٰلِكَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ، فَأَنّٰى يَأْتِي ذٰلِكَ مَنْ أَتٰى؟ وَقَدْ قِيلَ : كَانَتْ شَجَرَةَ الْبُرِّ، وَقِيلَ : كَانَتْ شَجَرَةَ الْعِنَبِ، وَقِيلَ : كَانَتْ شَجَرَةَ التِّينِ، وَجَائِزٌ أَنْ تَكُونَ وَاحِدَةً مِّنْهَا،

وَذٰلِكَ إِنْ عَلِمَهٗ عَالِمٌ لَّمْ يَنْفَعِ الْعَالِمَ بِهٖ عِلْمُهٗ، وَإِنْ جَهِلَهٗ جَاهِلٌ لَّمْ يَضُرَّهٗ جَهْلُهٗ بِهٖ.

''درست یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کو جنت کے کسی خاص درخت سے روکا گیا تھا، سب سے نہیں۔ انہوں نے حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہوئے درخت کھا لیا، جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ اب ہمیں کوئی علم نہیں کہ وہ درخت کونسا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نہ قرآن میں اس کی خبر دی، نہ کسی صحیح حدیث سے آگاہ کیا، تو پھر بعض الناس نے اس درخت کا تعین کیسے کر لیا؟ کسی نے گندم کا درخت کہا، کسی نے انگور کا نام لیا اور کسی نے انجیر کی بات کی۔ ممکن ہے ان میں سے ہی ہو! لیکن اگر کسی کو اس درخت کا علم بھی ہو جائے، تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، یا کسی کو پتہ نہ چل سکے، تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔''

(تفسير الطّبري: ١/٥٥٦۔٥٥٧)

سوال: دوران نماز کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازی کو کپڑوں اور بالوں کے حوالے سے شریعت مطہرہ کی راہنمائی یہ ہے کہ کپڑوں کو سمیٹنے یا لپیٹنے اور بالوں کو سمیٹنے سے مجتنب رہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ، لَّا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا.

''مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ (حالت نماز یا نماز سے پہلے) بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔''

(صحيح البخاري: ٨١٦، صحيح مسلم: ١٩٣/١، ح: ٤٩٠)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نمازی کو یہ حکم حالت نماز میں دیا گیا ہے یا نماز سے باہر آستین وغیرہ چڑھا کر نماز میں داخل ہونے کے بارے میں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَظَاهِرُهُ يَقْتَضِي أَنَّ النَّهْىَ عَنْهُ فِي حَالِ الصَّلَاةِ وَإِلَيْهِ جَنَحَ الدَّاوُدِيُّ وَتَرْجَمَ الْمُصَنِّفُ بَعْدَ قَلِيلٍ بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ وَهِيَ تُؤَيِّدُ ذٰلِكَ .

''حدیث کے ظاہر کا تو تقاضا یہی ہے کہ یہ نہی وممانعت حالت نماز کے متعلق ہے۔ داؤدی کا میلان و رجحان بھی یہی ہے۔ تھوڑا سا آگے جا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے «بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ» (اس باب میں نماز میں کپڑا نہ سمیٹنے کا بیان ہے۔) قائم کیا ہے۔ یہ بھی اسی بات کی مؤید ہے۔''

(فتح الباري: ٢٩٦/٢)

امام نسائی رحمہ اللہ (۲/۲۱۵، ح: ۱۱۱۶) امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (۱۰۴۰) کی تبویب سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

امام الأئمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

بَابُ الزَّجْرِ عَنْ كَفِّ الثِّيَابِ فِي الصَّلَاةِ .

''یہ نماز کے اندر کپڑے سمیٹنے پر ڈانٹ کے متعلق باب ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة: ٣٨٣/١، ح: ٧٨٢)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ وَثَوْبُهُ مُشَمَّرٌ أَوْ كُمُّهُ أَوْ نَحْوُهُ.

''علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ کپڑا یا آستین وغیرہ چڑھانے کی ممانعت نماز کے بارے میں ہے۔''

(شرح صحیح مسلم: ۱/۱۹۳)

یعنی نماز کے علاوہ ممانعت نہیں ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وَهُوَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ فَلَوْ صَلّٰى كَذٰلِكَ فَقَدْ أَسَاءَ وَصَحَّتْ صَلَاتُهُ وَاحْتَجَّ فِي ذٰلِكَ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ بِإِجْمَاعِ العلماء وحكى بن الْمُنْذِرِ الْإِعَادَةَ فِيهِ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

''آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کے بارے میں نہی، نہی تنزیہی ہے۔ (یعنی ناقابل مؤاخذہ خطا ہے۔) اگر کوئی اس حال میں نماز پڑھ لے، تو یہ مستحسن اقدام نہ ہوگا، لیکن اس کی نماز درست اور صحیح ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے علما کے اجماع کو اس مسئلہ میں دلیل بنایا ہے۔ ابن المنذر رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس صورت میں نماز لوٹانے کا بیان کیا ہے۔''

(شرح صحیح مسلم: ۱/۱۹۳)

یاد رہے کہ امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بلا سند ذکر کیا

ہے۔

نیز امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے بھی اجماع علما کا دعویٰ کیا ہے کہ ایسے نمازی پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

(الأوسط لابن المنذر : ١٨٤/٣)

راجح اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ ممانعت مطلق نہیں ہے، بل کہ صرف نماز کے اندر منع ہے۔ راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ بالوں کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی نماز کے اندر اور باہر ہر دو حالت ممنوع ہے۔

کریب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی طرف گوندھے ہوئے تھے۔ (یعنی سر کے بالوں کا جوڑا بنا ہوا تھا) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے اور بالوں کو کھولنا شروع کر دیا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا: آپ میرے بالوں کے ساتھ کیا کر رہے تھے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ.

''اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو نماز پڑھتا ہے اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔''

(صحيح مسلم : ١٩٤/١، ح : ٤٩٢)

اسی دلیل کی بنا پر حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس نہی کے مطلق ہونے کو مختار و صحیح کہا

ہے۔

(شرح صحیح مسلم: ۱/۱۹۳)

فائدہ نمبر: ①

اگر قمیص کے ہاف بازو ہوں یا بازو بالکل نہ ہوں، تو اس میں نماز بالکل درست ہے، کیوں کہ نماز میں کندھے ڈھانپنے کا ذکر تو ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۹، صحیح مسلم: ۵۱۶) لیکن بازو ڈھانپنے کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں اگر آستین نماز کے اندر فولڈ کرتا ہے یا نماز سے باہر فولڈ کر کے نماز میں داخل ہوتا ہے، کہنیاں ننگی ہوں یا نہ ہوں، تو یہ مکروہ ضرور ہے۔ اس میں کراہت تنزیہی ہے، لیکن نماز درست اور صحیح ہے۔ ہاں کپڑے اور بال بھی سجدہ کرتے ہیں، اگر ان کو سمیٹ لے گا، تو سجدہ نہ کر پائیں گے، لہٰذا ثواب سے محروم رہے گا۔

فائدہ نمبر: ②

دوسرے قرائن و دلائل سے ثابت ہے کہ عورت بالوں اور آستین کے حوالے سے مستثنیٰ ہے۔

فائدہ نمبر: ③

شلوار وغیرہ کو پائنچے یا نیچے سے سمیٹنا یا لپیٹنا جائز اور درست ہے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کا نام کیا تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ روافض نے بغیر دلیل کے عمران نام مشہور کر دیا۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کی پرورش آپ کے چچا ابو طالب نے کی؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی پرورش آپ کے چچا ابو طالب نے نہیں کی۔ اس پر روافض نے چند روایات گھڑ کر عام کر دی ہیں۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کا دودھ پیا تھا؟

(جواب): روافض کی کتاب اصول کافی (۱/ ۶۵۸) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کا دودھ پیا تھا۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسے ابو بصیر یحییٰ بن ابی قاسم، علی بن ابی حمزہ وغیرہ نے گھڑا ہے۔

(سوال): کیا ابو طالب مسلمان تھے؟

(جواب): ابو طالب کی موت ملت عبد المطلب پر ہوئی، یہ کافر ملت تھی۔ ائمہ اہل سنت میں ابو طالب کے اسلام کا کوئی بھی قائل نہیں۔

(سوال): کیا یہ واقعہ ثابت ہے کہ ایک بڑھیا نبی کریم ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی؟

(جواب): یہ واقعہ کسی مستند کتاب میں مذکور نہیں۔

(سوال): اس حدیث کا کیا حکم ہے، جس میں ہے کہ قیامت کے قریب خاوند اپنی بیوی سے زنا کرے گا؟

(جواب): یہ جھوٹی روایت ہے۔ طبرانی کبیر (۵/ ۱۲۷) میں مذکور ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُطَلِّقُ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، ثُمَّ يَجْحَدُ طَلَاقَهَا فَيُقِيمُ عَلٰى فَرْجِهَا، فَهُمَا زَانِيَانِ مَا أَقَامَا.

”لوگوں پر ایک دور آئے گا، جب آدمی بیوی کو طلاق دے گا، پھر طلاق

سے مکر جائے گا اور اس سے تعلق قائم کرنے لگے گا، یہ دونوں جب تک اکٹھے رہیں گے، زنا کرتے رہیں گے۔''

① ابوعبیدہ عبدالوارث بن ابراہیم عسکری مجہول ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ.

''میں اسے نہیں جانتا۔''

(مجمع الزوائد: 212/5)

② سیف بن مسکین بصری کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

''یہ قوی نہیں ہے۔''

(العلل: 219/1)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَأْتِي بِالْمَقْلُوبَاتِ وَالْأَشْيَاءِ الْمَوْضُوعَاتِ لَا يَحِلُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ.

''یہ مقلوب اور جھوٹی روایتیں بیان کرتا تھا، اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(کتاب المجروحین: 347/1)

③، ④ مبارک بن فضالہ اور حسن بصری دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: حجر اسود کے چوری ہونے کا واقعہ کیسا ہے؟

جواب: بے سند اور بے حقیقت ہے۔

سوال: مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی فضیلت کے بارے میں روایت کا حکم؟

جواب: یہ روایت مسند احمد (۱۲۵۸۳) میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔نبیط بن عمر راوی مجہول ہے۔